جگر اور ڈیپ سائیکالوجی

جناب حکیم رشید احمد صاحب معتصم بریلوی فاضل الطب والجراحت دہلی

غزل ہمارے جنسی جذبات کی ایک موزوں اور مترنم شکل ہو لیکن جنس کی ان خیالی تصویروں کے ساتھ یہ بے محابا شیفتگی اور انھیں نہاں خانۂ دل سے باہر لانے میں یہ شدید بے باکی غزلگوئی کی کسی ذہنی بیماری کی غمازی کرتی ہے۔ اس کی یہ بیماری خواہ کچھ ہو لیکن جب ہم کسی صدمے، کسی ناتمام خواہش کسی برباد شدہ تمنا، کسی تصادم یا کسی صورت حال میں اس کے سرچشمے کو تلاش کرتے ہیں تو بڑی تیزی سے جنس یا Sex کے گرد گھومنے لگتے ہیں اور پھر اس بیماری کی علامات کے اسباب و مواقع کے متعلق خواہ کوئی بھی افسانہ کیوں نہ لکھا جائے، اس کی تہہ میں کسی ایسے ڈھانچے کے کچھ ابھرے کچھ بگڑے، کچھ چھپے اور کچھ مٹے نقوش ضرور ہوتے ہیں جو اس کی خاندانی حدود میں پوشیدہ ہو۔

یہ بالکل ظاہر ہے کہ جنس انسان کی تمام تحریکات اور خواہشات میں ایک بڑے اور منفرد مقام کی مالک ہے، اور ساتھ ہی تمام شر و فساد کا ایک عظیم سرچشمہ بھی ہے، یوں تو انسانی شخصیت کی ترقی عام طور پر ایک معتدل انداز میں ہوتی ہے۔ لیکن یہی شخصیت جب کسی بیرونی حملہ آور سے مغلوب ہوجاتی ہو تو اس کی اجتماعی کیفیت میں فرق پڑجاتا ہے، اس کا شعور برہم ہوجاتا ہے اور اس کے نفسی عصبی PSYCHO NEURAL اتحاد میں وہ کمزوری پیدا ہوجاتی ہے جسے مختصراً نیوروسز Neurosis کہتے ہیں۔ یہ بیرونی حملہ آور دراصل وہ نفسیاتی کھچاؤ ہوتا ہے جو بچپن کی کسی جنسی خواہش کے دب جانے یا نامکمل رہ جانے سے پیدا ہوتا ہو۔ یہ حملہ آور دماغ کے ایک زمین دوز مکان یعنی لاشعور کا ایک خیالی باشندہ ہے جہاں ہمارے جنسی جذبات کا گھر ہے۔ ہم اسے اصطلاح میں کمپلکس Complex کہتے ہیں۔ دوسرے الفاظ

ہیں Complexes دراصل ہمارے طرزِ عمل کی وہ بدنظمیاں ہیں جو مختلف قسم کے خوف، مختلف قسم کی خواہشوں، فکروں اور حددرجہ جذباتی تعلقات کے باعث پیدا ہوتی ہیں یہ Complexes ہمارے لاشعور میں دبلے ہوتے ہیں اور جنس کے گرد گھومتے رہتے ہیں اور بالعموم بچپن کے کسی ابتدائی صدمے سے ان کی نشان دہی ہوتی ہے۔ فرائڈ کے نزدیک اگر ابتدائی خواہشات بے روک ٹوک اپنا راستہ طے کرتی رہیں اور جنسی زندگی نارمل ہو تو عام طور پر Neurosis پیدا نہیں ہوتا۔ ان خواہشات میں سب سے اہم خواہش لبیڈو Libido یا استلذاذ ہے اور جنس اس کا سب سے بڑا عنصر ہے اور تمام کمپلکس اس کے گرد گھومتے ہیں۔

لبیڈو | یہ قوتِ محرکہ کا وہ سرچشمہ ہے جس کی بدولت لوگ اپنی دلچسپیوں کو برقرار رکھتے اور اپنی توانائیوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ غزل، ڈراما، رومانس اس کی بہترین پیداوار ہیں۔ اگر ہمارے اندر یہ قوتِ محرکہ نہ ہوتی تو کوئی ان فنونِ لطیفہ کے نام سے بھی واقف نہ ہوتا۔ بچپن میں یہ لبیڈو انسان کو جنسی اور غیر جنسی نشوونما میں مدد دیتی ہے اور اہم تحریکات اور دلچسپیوں میں نمایاں حصہ لیتی ہے۔ یہ زندگی کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتی ہے اور جنس کی خدمت کرتی ہے لیکن یہ جنس سے مختلف اور مافوق ہے۔ اگر بچپن میں اس کی ترقی میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے جسے اصطلاح میں Fixation کہتے ہیں تو اعصاب زدگی یا نیوروسس کی علامات اور کردار کی خامیاں نمایاں ہونے لگتی ہیں، اور پختگی کے راستے میں رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پھر بچپن کی پیدائشی گمراہیاں اسے بہت پیچیدہ کر دیتی ہیں۔ فرائڈ کے نزدیک پیچیدگیاں جنسی زندگی کی ناکامی کا اظہار ہوتی ہیں لیکن یہ واضح رہے کہ فرائڈ کے یہاں جنس sex صرف اپنے لغوی معنوں ہی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ وہ اسے وسیع تر معنوں میں استعمال کرتا ہے تاکہ لطیف احساسات اور محبت کے تعلقات کی تمام قسموں پر حاوی ہو سکے۔

لاشعور | ہم دماغ کے زمین دوز مکان کا ذکر کر آئے ہیں، یہ مکان لاشعور ہے۔ یہ فرد کی جبلی توانائی کا سرچشمہ ہے اور شعور سے خالی ہے اور "لبیڈو" کا بڑا ذخیرہ ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں جذبات اور Instinct کی کارفرمائی ہے، یہاں نہ کوئی چیز اخلاقی ہے نہ منطقی۔ دبی ہوئی خواہشیں اس میں ضم ہو کر اس کا ایک حصہ بن جاتی ہیں۔ بچہ تمام تر

لاشعور ہوتا ہے اور عمر کے ساتھ ساتھ اس کی ایگو Ego آہستہ آہستہ ابھرتی اور ترقی کرتی ہے۔

ایگو Ego | ایگو دماغی زندگی کی اس تنظیم کا نام ہے جو لاشعور کی ابتدائی ساختوں میں بیرونی دنیا کی مناسب ترمیموں کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ یہ ایگو لاشعور سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہے۔ اس کا نچلا حصہ لاشعور سے ملا رہتا ہے اس کا ایک حصہ شعوری دوسرا لاشعوری ہے۔ یہ احتساب کو اپنی جلو میں لیکر نکلتی ہے اور اسی کی کوششوں سے کردار کی وہ عظمت پیدا ہوتی ہے جسے Sublimation کہتے ہیں۔ جس طرح جنسی استلذاذ لبیڈو کا ایک حصہ ہے اسی طرح اپنی ذات سے محبت ایگو کا خاصہ ہے۔ اب جنسی لبیڈو Erotic Libido۔ ایگو لبیڈو بن جاتی ہے اور جس طرح جبلت لاشعور میں ایک اہم فرض انجام دیتی ہے اسی طرح حواس یا PERCEPTION. ایگو میں ایک بڑا حصہ لیتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ ہم Fixation کے سلسلے میں کہہ آئے ہیں اگر یہ دونوں برسرپیکار ہوجائیں اور ایسا اکثر ہوتا ہے تو نتیجہ Neurosis ہوتا ہے۔ لیکن اس تصادم میں ایگو مجروح ہوتی رہتی ہے یہ تصادم برابر جاری رہتا ہے، اگر یہ نہ ہو تو زندگی کا تنوع اور کیف ختم ہوجائے۔

اس ضروری اور مختصر تمہید کے بعد جب ہم اپنے شاعر کی آشفتہ اور پراگندہ زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میں ہمیں وہ تمام عوامل کارفرما نظر آتے ہیں جو ایک انسان کی سائیکی Psycho کو مجروح کرنے کے لئے بہت کافی ہیں۔ ہم جگر صاحب کے عالم طفولیت سے واقف نہیں لیکن جس زندگی کا ہمیں علم ہے اُس کا بیشتر حصہ ہم نے جنس کے گرد گردش کرتے دیکھا ہے۔ ان کی محبت، محبت کی فراوانی، محبت کی ناکامی، خواہشات کا شعوری اور غیر شعوری تصادم، بیتاب تمنائیں، دبی ہوئی آرزوئیں، ماضی کی یادیں، مستقبل کے خواب غرض یہ تمام Repressions، Regressions اور Suppression انھیں اس پریشان حالی یا Dissocilist state تک پہونچانے کے لئے کافی تھے جہاں شعور شق ہوجاتا ہے اور وہ نفسی عصبی اتحاد جو شخصیتوں کی تعمیر کرتا ہے کمزور پڑجاتا ہے۔ اس نفسیاتی مدوجزر کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس کا سائیکک پیٹرن Psychic Pettern بدل گیا Complexes کی وہ چھوٹی چھوٹی نامعلوم سی چنگاریاں جو کسی سبب سے بچپن میں سلگ اٹھی

ہیں۔ ان کی لبیڈو کے آتش خانے سے نکل کر ایک خانماں سوز آگ میں تبدیل ہوگئیں اور اُن کے خس خانہ انا کو جھلس گئیں۔ اُن کے طرزِ عمل میں فرق آگیا، اندازِ فکر بدل گیا اور وہ شعر و شراب اور مشاعروں کی طرف جھک گئے۔ یہ درحقیقت "بیماری میں پناہ لینے" طرح فرار کا ایک اندھیرا راستہ تھا۔ مشی فی النوم (وہ چھوٹے چھوٹے گیت جو حسب موقع بنالئے جاتے ہیں) Fugues یا کی مثال شعر و شاعری اور مشاعروں کے ساتھ اُن کا یہ گہرا شغف اس امر کا اظہار تھا کہ وہ گھریلو زندگی کی بندشوں سے بھاگنا چاہتے ہیں اور اُن کی دُہری اور متصادم شخصیت اُن کی مایوسیوں اور ناحاصل شدہ آرزوؤں کے اظہار کے لئے کوئی دوسرا Medium تلاش کر رہی ہے۔ جب خوف، خواہشیں، پریشانیاں، بیزاریاں انسانی طرزِ عمل میں بدنظمیوں کا موجب بن جائیں۔ جب بچپن کے جنسی صدمے اور نظریئے بڑھ کر وہ ہولناک شکل اختیار کرلیں، جب لبیڈو قولاً اور فعلاً صرف جنس کے لئے وقف ہوجائے تو پھر Neuroses پیدا ہوجانا کون سے بڑے تعجب کی بات ہے۔ جگر میں یہ Neuroses پیدا ہوئے اور کچھ اس شان سے پیدا ہوئے کہ اُن کے اکثر ہمعصر غزل گو شعراء کے نیوروسس اس کے سامنے یا چھپ گئے یا ماند پڑ گئے۔

آرٹ کو ایک متبادل حرکت کہا جاتا ہے۔ یہ حقیقت کے سخت تقاضوں سے جان بچا کر خیال کی نرم و نازک فضاؤں میں پناہ لینے کا نام ہے، آرٹسٹ اپنی حقیقی زندگی میں جس چیز کو نہیں پاتا، یا ناقص و نامکمل پاتا ہو اسے وہ اپنی اس خیالی دنیا میں پالیتا ہو یا مکمل کر لیتا ہو، شاعری بھی ایک آرٹ تھی اور اس کی نام نہاد آبرو (ہم نے یہ لفظ صرف اس کے لغوی معنوں میں استعمال کیا ہو کسی پر طنز نہیں ہی) جو ہمیشہ سے جنسی جذبات و میلانات کے اظہار کیلئے سب سے سستا اور آسان ذریعہ رہی ہے، جگر کی توجّہ کا مرکز بن گئی، کیونکہ یہ اُن کے جنسی تجربات و احساسات اور تمام معلوم و نامعلوم Complexes کے اظہار کا بہترین ذریعہ بن سکتی تھی۔ شاعری کے قصد و ارادے کو اس میں کوئی خاص دخل نہیں تھا بلکہ یہ اُن کی لبیڈو کا فیض تھا جو اُن کے لاشعور کے نہاں خانوں سے ایگو سے لڑتی جھگڑتی نکلی اور نغمہ و آہنگ بن کر اُن کے ہونٹوں پر بکھر گئی اور اس طرح ان کے Complexes کی نہ معلوم کتنی تصویریں

اُن کے اشعار میں کھنچ گئیں۔ یہ حقیقت میں Catharsis کا وہ قدرتی عمل تھا جو عام طور پر کسی نائیکو انالسٹ' کی موجودگی میں ہوتا ہے Talking Cure یا دل کے بوجھ کو اس طرح ہلکا کرنے سے اُن کو مکمل صحت ہوگئی ہو یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے لیکن ان کی ایگو لبیڈو میں کچھ ترقی ضرور ہوئی جیساکہ اُن کے بعد کے کلام سے ظاہر ہے۔ ہم اس پر آگے چل کر بحث کریں گے۔

انسان کی جنسی ترقی کو چار زمانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :۔

۱۔ عالمِ طفولیت ۔ اس زمانے میں بچّے کی جنس نراوان اور اس کے جسم کے مختلف حصّوں میں بکھری ہوئی ہوتی ہے اور "لبیڈو" کی آئندہ ہونے والی ترقی پر اس کا گہرا اثر پڑتا ہے وہ اس وقت Auto Erotic ہوتی ہے۔

۲۔ جب بچّہ اپنی ہی جنس سے اکتساب لذّت کرتا ہے۔ یہ استلذاذ بالمثل کا زمانہ کہلاتا ہے۔

۳۔ یہ دور بلوغ کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور اس وقت استلذاذ بالمثل کا میلان بالغیر میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ یعنی وہ Hetro Sexual ہوجاتا ہے۔

۴۔ یہ لبیڈو کے انحطاط اور 'انا' کی توانائی کا زمانہ ہے۔ اس وقت انسان کسی نادیدہ ہستی کے نافہمیدہ عشق میں مبتلا ہوکر اپنی عقیدت کے پھول اُس پر برساتا اور لطف حاصل کرتا ہے۔ یہ جنس کی سب سے لطیف اور Sublimated شکل ہے ہم اس کو استلذاذ بالخیال کہہ سکتے ہیں۔

ہمارے نزدیک جگر صاحب کی شاعری کا بیشتر حصّہ جنس کی شاعری ہے اس لئے ہم اسے بھی ان چار زمانوں پر تقسیم کرتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رہے کہ ہمارے 'لاشعور' کو زمانے کا کوئی احساس نہیں ہے اس لئے شاعری کی جنسی ترقی اور Complexes کو بالادوار تقسیم کرنا ہمارا کام ہے۔

دورِ اوّل — استلذاذ بالذات | یہ انسان کی جنسی ترقی کا بالکل ابتدائی دور ہے۔ اس زمانے میں بچّے کے پاس اکتساب لذّت کے لئے اپنے جسم کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں ہوتی اور اس کے جسم کے بعض حصّے قدرتی طور پر لذّت بخش یا Erogenous ہوتے ہیں اس لئے وہ فطری طور پر انھیں سے لذّت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن یہ کیفیت بچپن ہی کے ساتھ مخصوص نہیں رہتی۔ اس کا اظہار عمر کے مختلف حصّوں میں

ہوسکتا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لبیڈو پر تمام عمر اس کا ابتدائی نشیب و فراز کا نقش باقی رہتا ہے اور اُس کا ایک حصہ ذات کے ساتھ متعلق ہے۔ اس لئے طفولیت کا یہ دور یا تو مستقل طور پر قائم رہتا ہے یا انسان اس کی طرف رجوع کرتا رہتا ہے۔ اس کی مثال Narcissus ہے۔ کہتے ہیں کسی زمانے میں ایک نوجوان نے اپنے متناسب جسم کا عکس پانی میں دیکھا اور اُس پر فریفتہ ہو گیا۔ یہ گویا اس کا دورِ طفولیت کی طرف رجوع تھا۔ جو بعد میں نارسسزم، سائیکو اناسس کی ایک اہم اصطلاح بن گئی۔ یہ درحقیقت ایگو لبیڈو ہے جو کردار کی تعمیر کے آنے والے دور میں ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن اس کا اصل سرچشمہ وہی بچپن کا استلذاذ بالذات ہے اب جگر صاحب کے چند شعر لیجئے اور دیکھئے کہ کس طرح انھیں محبوب میں اپنا جلوہ نظر آتا ہے اور وہ حقیقت میں محبوب کو نہیں بلکہ اس کے پردے میں اپنی ذات کو چاہتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

۱۔ کیسا مجاز اور کیسی حقیقت — اپنے ہی جلوے اپنے ہی سامنے

۲۔ اپنا ہی عکس پیشِ نظر دیکھتے رہے — آئینہ روبرو تھا جدھر دیکھتے رہے

۳۔ تصور رفتہ رفتہ اک سراپا بنتا جاتا ہے — وہ اک شے جو مجھی میں ہے مجسم ہوتی جاتی ہے

یہ سب جنسی شعر ہیں اور ان کا مرکزی نقطہ وہی استلذاذ بالذات ہے یہ دراصل لبیڈو Regression یا دورِ طفولیت کی طرف رجوع ہے۔

سائیکو اناسس کی نگاہ میں بچہ ایک بے رحم ظالم ہے جو قاہری کو پسند کرتا ہے۔ اس کے کردار کا یہ پہلو جب بعد کی جنسی زندگی میں ظاہر ہوتا ہے تو سیڈزم کہلاتا ہے۔ جگر کا شعر ہے

ستاتے نہیں وہ تو اُن کی طرف سے — خود اپنے ستانے کو دل چاہتا ہے

بیوفائی اور جفاکاری محبوب کا ایک مرغوب مشغلہ ہے یہ Sadism ہے لیکن عاشق کا اس جور و جفا سے جنسی تسکین حاصل کرنا Masochism ہے۔ جگر صاحب محبوب کی اس توڑ پھوڑ کی کارروائی کو انعامِ دوست سمجھتے ہیں اور اس کی مشقِ ناز سے انھیں وہی لطف اور جنسی سکون ملتا ہے جو کبھی پچھلے پہر اسے اپنی زانوئے شوق پر سر رکھے کچھ سوتے اور کچھ جاگتے دیکھ کر حاصل ہوا تھا۔ کہتے ہیں۔

جو بھی مل جائے محبت میں وہی انعامِ دوست — دردِ محرومی سہی کیفِ شکستِ دل سہی

پھر بھی کتنی دلنشیں ہے پھر بھی کتنی جاں فزا حُسن کی اک اک ادا ظالم سہی قاتل سہی
ہجر سے شاد وصل سے ناشاد کیا طبیعت جگر نے پائی ہے

طنز و تشنیع جو ظلم ہی کی ادنیٰ شکلیں جنسی طور پر سیڈزم کے تحت آتے ہیں اور جگر یہاں بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں چنانچہ واعظ اور محتسب کو جلانے اور چڑانے کے لئے کہتے ہیں :-

کس جگہ واقع ہوا ہے حضرتِ واعظ کا گھر دور مسجد بھی نہیں نزدیک میخانہ بھی ہے
یہ ہوائیں یہ گھٹائیں یہ فضائیں یہ بہار محتسب آج تو شغلِ مئے و میخانہ سہی

پھر ان کی یہی لذتِ آزاد کبھی ترقی پاکر Martyr Complex بن جاتی ہے اور اُن کا جی خود بخود شہید ہوجانے کو چاہنے لگتا ہے اور زہر کا گھونٹ آبِ حیات معلوم ہوتا ہے۔

عشق وہ تشنہ کام ہے کہ جسے زہر کا گھونٹ بھی ہے آبِ حیات
امتحان گاہِ محبت میں نہ رکھے وہ قدم موت کے نام سے جس کو خفقان ہوتا ہے

دوسرا دور استلذاذ بالمثل - یا - "وہ احساسِ شوقِ جواں اوّل اوّل (جگر)" یہ جنسی رجحان کی ایک غیر معتدل شکل ہے اور ڈیپ سائیکالوجی اسے لبیڈو کا ایک حصّہ بتاتی ہے۔ جگر کی ابتدائی تمام شاعری اسی ایک جذبہ کی تفسیر ہے، یا بالفاظِ دیگر ان کی غزل کی جنسی ترقی کا دوسرا دور ہے۔ یہ دور کم و بیش ان کی تمام شاعری میں کارفرما نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں وہی ہے کہ لاشعور کو وقت کا کوئی احساس نہیں ہے۔ اس دور کا کلام پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اُن کی تمام شہرت اور پہونچ اسی دور کی یادگار ہے۔ صرف تسلسل قائم رکھنے کے لئے "آتشِ گل" سے تین شعر پیش کئے جاتے ہیں۔

آنکھوں میں بس کے دل میں سماکر چلے گئے خوابیدہ زندگی تھی جگاکر چلے گئے
اپنے فروغِ حسن کی دکھلا کے وسعتیں میرے حدودِ شوق بڑھاکر چلے گئے
آئے تھے دل کی پیاس بجھانے کے واسطے اک آگ سی وہ اور لگاکر چلے گئے

تیسرا دور "استلذاذ بالضد" لبیڈو ایک ترقی پذیر قوت ہے۔ عہدِ طفولیت اور وہاں کے بعد جب وہ عالمِ شباب میں قدم رکھتی ہے تو وہ ایک بہاؤ کا رُخ بالعموم اکتسابِ لذت کے غیر نظری راستوں سے ہٹ کر

فطری راستوں کی طرف ہو جاتا ہے۔ جگر کا جنسی شعور جب اپنی ابتدائی منزلیں طے کرتا ہوا یہاں تک آ پہونچا اور اُن کی راتیں کاکلِ شبگوں اور زلفِ معنبر کی باہوں میں گذرنے لگیں تو شوخیوں میں حجاب کا عالم نظر آنے لگا اس وقت اُن کی شاعری کا تیسرا دور شروع ہو گیا۔ ان کی ایسی ہی کسی ایک رات کا حال خود اُن کی زبان سے سنئے :-

زانوئے شوق پر وہ پچھلے پہر۔ نرگس نیم خواب کا عالم
دیر تک اختلاطِ رندِ نیاز۔ یک بیک اجتناب کا عالم
لاکھ رنگیں بیانیوں پہ مری۔ ایک سادہ جواب کا عالم
وہ سماں آج بھی ہے یاد جگر۔ ہاں مگر جیسے خواب کا عالم

جگر کا ایک شعر ہے :- جُز عشقِ معتبر یہ کسی کو خبر نہیں۔ ایسا بھی حسن ہے جو بقیدِ نظر نہیں
چوتھا دور استلذاذ بالخیال
بھی استلذاذ بالخیال ہے اور اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

فرائڈ کے نزدیک "بچپن کے جنسی مقاصد کا تلاشِ مسرت کی ان دلچسپیوں میں تبدیل ہو جانا، جو اب بلاواسطہ جنسی نہیں ہیں اگرچہ وہ نفسیاتی طور پر باہم متعلق ہوں اور اُن کی سماجی سطح بھی نسبتہً بلند ہو Sublimation ہے" اس طرح یہ لطیف جنسی جذبات بظاہر غیر جنسی معلوم ہونے لگتے ہیں مثلاً بچپن میں اپنے جسم سے لذت حاصل کرنے کا جذبہ بڑھ کر وہ شکل اختیار کر لیتا ہے جسے Narcissism کہتے ہیں، یا بچپن میں چونٹیوں کو مسل دینے تیتلیوں کے پر نوچ ڈالنے یا انگلیاں وغیرہ کاٹ ڈالنے کا جارحانہ میلان، آگے چل کر حسینانہ دل آزاری یا جابرانہ قتل و غارتگری میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک Sublimation کی ایک شکل اور بھی ہے اور وہ ہے جنس کا مجاز سے حقیقت کی طرف منتقل ہونا۔ شاعر کی ایگو کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کا جنسی میلان جب اپنی دلچسپیوں کے انعکاس کے لئے نئی وسعتیں اور نئی راہیں تلاش کرتا ہے۔ وہ راہیں جو معاشرے کی نظر میں زیادہ مہذب زیادہ وسیع اور نسبتہً صحت مند ہوں اور اُس کا آماجگاہ جسم انسانی کی بجائے کسی غیر مرئی ہستی کی ذات بن جاتی ہے اس وقت اس پر وہ تمام کیفیات، حالات اور عوارض طاری ہونے لگتے ہیں جو کبھی جسم کی محبت میں طاری ہوئے تھے، اسی کو ہم Sublimation یا Newrosis کہتے ہیں۔ جگر کا شعر ہے

زہے وہ شوق جو پابندِ این و آں نہ رہا
خوشا وہ سجدہ جو محدودِ آستاں نہ رہا

جگر کی Erotic Sublimation جب ایگو لبیڈو میں تبدیل ہونے لگی اور جنسی انحطاط کے آثار پیدا ہو گئے تو ان کی شاعری کا دھارا بھی بدلنے لگا۔ اب اُن کی غزلوں میں وہ پہلا سا ہیجان نہ تھا، نہ سوز تھا، نہ تڑپ تھی نہ بیقراری تھی بلکہ ایک قسم کا ٹھہراؤ اور رکاؤ تھا۔ پھیکا پھیکا سا اندازِ بیان، جس میں الفاظ کی خوبصورتی کو زیادہ دخل ہو، ان کا جنسی جذبہ اپنے آپ کو گوشت پوست کی جاندار تصویروں کے ناقابل پاکر کسی خیالی معشوق کی تلاش میں محوِ پرواز تھا۔ لیکن انھیں کچھ پتہ نہ تھا کہ یہ خیالی معشوق اُن کی اپنی ذات ہی یا کوئی دوسری ماورائی حقیقت، دل کی جلن اور سلگن جو پُرانی یادوں کا ورثہ تھیں، جن کا فراموش کر دینا اُن کی طاقت سے باہر تھا، انھیں ایک دلدل سے نکال کر دوسری دلدل میں دھکیل رہی تھیں، اُن کا وہ جوان جسم جو کبھی جنس کی بھٹیوں میں تپ چکا تھا اب صرف "آتشِ گل" کی سرد آنچ پر پگھل رہا تھا۔

گدازِ عشق نہیں کم جو میں جواں نہ رہا وہی ہے آگ مگر آگ میں دھواں نہ رہا

ان کی لبیڈو کی نقاہت ان کی 'انا' کو سہارا دے رہی تھی لیکن یہ ایک مذبوحی حرکت تھی، وہ اس کے لئے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اُن کی فکر و نظر میں وہ ژرف نہیں تھا جو اُن کی 'انا' کی رفعت کا ضامن ہو سکتا وقت کے تقاضوں کو ایک مفکر کی نگاہ سے دیکھ سکتے یا ایک فلسفی کی طرح اُن کی تحلیل کر سکتے۔ کچھ عام وقتی احساس، کچھ سُنی سنائی باتیں، کچھ مستعار فلسفیانہ خیالات وہ گرے پڑے چند خوبصورت پتھے جو اُنھوں نے اپنی ایگو کی دستار میں سجا لئے تھے۔ بیشک ان کا ٹون بدل چکا تھا۔ مگر فکر کا اسلوب وہی تھا:۔

نہیں کہ دل مرا وقفِ غمِ نہاں نہ رہا مگر وہ شیوۂ فرسودۂ بیاں نہ رہا

مرکزی خیال میں کوئی فرق نہیں آیا تھا صرف متعلقات بدل گئے تھے یہاں تک کہ بعض اوقات وہ خود بھی اپنی حالت سے غیر مطمئن ہو کر چلّا اُٹھے :۔ شاعر نہیں ہے وہ جو غزلخواں ہے آج کل۔

مگر اس کو کیا کیا جائے کہ Determinism ڈیپ سائیکالوجی کا پہلا اصول ہے ان کی لبیڈو بچپن ہی میں اُن کے فکری سانچے کو بنا چکی تھی اور وہ اس کے خلاف نہیں ڈھل سکتے تھے

تاہم ارتقار کا اصول کارفرما تھا اس لیئے وہ تشکک میں مبتلا ہوئے اور اپنی حالت سے غیر مطمئن ہو گئے۔ یہی وجہ تھی کہ کبھی وہ حسنِ فطرت پر فریفتہ ہوتے، کبھی کسی خیالی معشوق پر جان دیتے، کبھی جمالِ حقیقت میں اپنا جلوہ دیکھتے اور اپنے ہی جلوؤں میں جمالِ حقیقی نظر آتا۔ کبھی ہر کوچہ و برزن میں وہ ہی وہ ہوتے اور کبھی وہ کہیں نہیں ہوتے صرف وہ ہوتا اور پھر کبھی وہ دونوں مل کر ایک ہو جاتے غرض اُن کے گرد اس فکری تضاد و اضطرابِ نظر اور پریشان خیالی کا ایک ایسا Vicious Circle بن گیا تھا جس سے تمام عمر وہ کبھی باہر نہیں نکل سکے اور اس طرح اُن کی شاعری کا وہ جو تھا دور جو اُن کی فکری اور انائی ترقی کا دور ہو سکتا تھا نامکمل رہ گیا۔ مثال کے طور پر چند شعر بالترتیب ملاحظہ کیجئے

۱۔ میں نے دیکھا ہے اسے روپ میں فطرت کے جگر — میں نے پایا ہے اسے روپ میں انسانوں کے

۲۔ اگر جمالِ حقیقت سے ربط محکم ہے — نفس نفس میں نئی زندگی کا عالم ہے

۳۔ کیسا مجاز اور کیسی حقیقت — اپنے ہی جلوے اپنی ہی سائے

۴۔ باتیں ہیں دو مقصود ہے ایک — تیری طلب یا اپنی طلب

۵۔ اللہ رے کمالِ خودی کی یہ وسعتیں — میرا ہی سامنا ہے جدھر دیکھتا ہوں میں

۶۔ شش جہت آئینۂ روئے حقیقت ہے جگر — قیس دیوانہ تھا محوِ روئے لیلیٰ ہو گیا

۷۔ دل کو سکون روح کو آرام آگیا — موت آگئی کہ زلیست کا پیغام آگیا

فرائڈ نے اپنے آخر زمانے میں اپنے بنیادی عقیدے میں ایک ترمیم کی تھی جس کا ماحصل یہ تھا کہ تنہا تسلذذ ہی ابتدائی اور اصلی محرک نہیں ہے، بلکہ مقاصد کو دواعی کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ جگر صاحب کی شاعری اپنے تضاد اور پریشان نظری کے باعث ہمیشہ مقصد سے خالی رہی ہے، وہ صرف لبیڈو کی قوتِ محرکہ کی پیداوار ہے اس میں صرف Id ہے Ego نہیں اور اگر کچھ ہے تو صرف اس قدر کہ

وہ جو روٹھیں یوں منانا چاہیئے — زندگی سے روٹھ جانا چاہیئے

ہمتِ قاتل بڑھانا چاہیئے — زیرِ خنجر مسکرانا چاہیئے

یہ سچ ہے کہ جگر کی غزلوں کا بیشتر حصہ ڈیپ سائیکالوجی کی نگاہ میں ہسٹریا کی زبان ہے۔ تاہم یہ بھی اتنا

ہی صحیح ہے کہ اس برصغیر میں بیوڑا سنجیبیا کے لاکھوں بیمار اسے اپنے دل کی آواز سمجھتے ہیں اور یہ ان کی عظمت کے لئے بہت کافی ہے۔ کسی دل جلے نے فرائڈ کے بارے میں لکھا تھا۔

Sex thou art to sex returnest

فرائڈ کے متعلق اس کا یہ قول صحیح ہو یا نہ ہو۔ لیکن ہمارے نزدیک حضرت جگر کی شاعری کی اس سے بہتر کوئی دوسری تحلیل نہیں ہوسکتی۔

آخر میں اس قدر اور عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر کہیں سوء اتفاق سے مجھے جگر صاحب کی زندگی میں اور موجودگی میں اُن کی شاعری پر اس قسم کے بیہودہ یا نہ خیالات ظاہر کرنے کی فرصت نصیب ہوتی۔ تو یا تو وہ کسی کے سنگِ آستاں سے میرے سر کی تواضع کرتے یا کم از کم مجھے بھی فرائڈ۔ جنگ۔ ایڈلر یا ڈنلپ کا کوئی چیلہ سمجھ کر انتہائی نفرت سے اپنا منہ پھیر لیتے، اور اُن کا ایسا کرنا اور سمجھنا بالکل فطری اور حق بجانب ہوتا کیونکہ لاشعور ہمیشہ پردۂ خفا میں رہتا ہے اور اس کی ریشہ دوانیوں اور complexes کی کسی کو خبر نہیں ہوتی جگر صاحب نے لاشعوری طور پر کس قدر سچ کہا ہے۔

فیضانِ محبّت عام سہی ، عرفانِ محبّت عام نہیں

اور بدقسمتی سے محبّت کا یہ عرفان اُس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا بیمار کسی سائیکو انالسٹ کی میز پر نہ لیٹے۔ اس لئے میں اپنی اس جرأت پر اُن کی روحِ شعری سے معذرت طلب کرتا ہوا رخصت ہوتا ہوں

اسلامی نظامِ حیات نمبر
ہندی ماہنامہ "کانتی" رام پور کی ایک قابلِ قدر پیشکش

• اسلام مکمل نظامِ حیات ہے • اسلام مذہب اور سیاست کی تفریق کو صحیح نہیں تسلیم کرتا • خدا پرستی پر قائم نظامِ خلافت ہی بہترین سیاسی نظام ہے • اسلام کا معاشی نظام سرمایہ داری و کمیونزم کے مقابلہ میں کہیں بہتر ہے • اسلام کا معاشرتی نظام پاکیزہ تہذیب تمدن کو جنم دیتا ہے • اسلام روح و مادہ کا بہترین امتزاج ہے۔

یہ اور اسی قسم کے عنوانات کے تحت لکھے گئے مضامین، کہانیاں، تاثرات، خاکے، سوال وجواب، خطوط و مسائل پر مشتمل یہ نمبر ۲۹، ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو حوالۂ ڈاک کردیا جائیگا (انشاءاللہ) یہ خاص نمبر مستقل خریداروں کو اُن کے سالانہ چندہ ہی میں دیا جائیگا۔ ایجنٹ حضرات اپنی مطلوبہ تعداد سے مطلع فرمائیں۔ صفحات ۱۲۰ سائز ۲۰×۳۰ قیمت خاص نمبر صرف ایک روپیہ سالانہ چندہ چار روپے۔ منیجر